حق و باطل
کے راستے

حق و باطل

کے راستے

تحریر **حیدر رضا** ولد **ابو جعفر** (مرحوم)
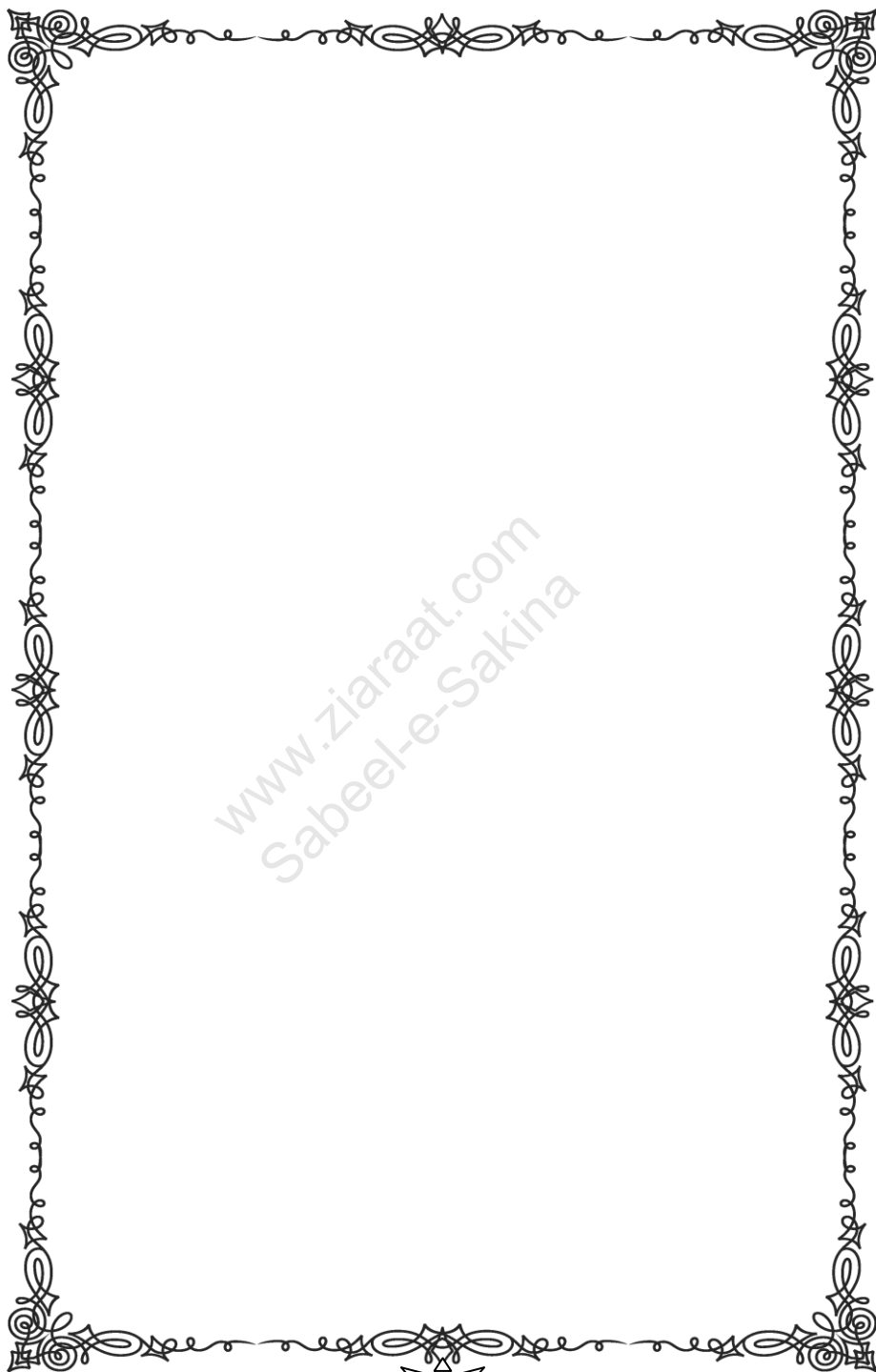
رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾

اے پروردگار حساب (کتاب) کے دن مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کی مغفرت کیجیو۔ (سورۃ ابراہیم۔۴۱)

برائے مہربانی ایک سورۃ فاتحہ پڑھ کر

ابو جعفر ولد علی محمد

کنیز سیدہ بنت علی سجاد

اشرف علی ولد محمد علی

محمد شبیر ولد غلام اکبر

بلقیس بانو بنت علی محمد

ابو مہدی ولد علی محمد

اور تمام مومنین و مومنات کی روح کو بخش دیں

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴿٢٤﴾

اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انھوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی ان (کے حال) پر رحمت فرما۔ (بنی اسرائیل ۲۴)

تحریر و ترتیب : حیدر رضا
کمپوزنگ : ندیم
ترجمہ : عارف رضا وہانی رضا
گرافکس : فصل الرحمن
مطبع : سندھیکا پرنٹرز
ایڈیشن : اوّل
تعداد : دو ہزار
سال طبع : ستمبر۔ ۲۰۱۱
ویب سائٹ : http://books.aliwalay.com

"اللہ کا شعور حاصل کیجیے"

ایڈیشن : اوّل
تعداد : دو ہزار
سال طبع : مارچ۔ ۲۰۱۰
ویب سائٹ : http://books.aliwalay.com/books.php?catid=5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	تقریظ	۷
۲	کیا حق و باطل کے راستے اللہ کی طرف سے ہیں؟	۸
۳	اللہ تعالیٰ کی صفات	۱۰
۴	باطل کا وجود	۱۲
۵	ایک عرب شخص کا قصّہ (گناھان کبیرہ، جلد ۴ تحریر آیت اللہ سید علی محمد دستغیب)	۱۵
۶	حق اور باطل کی شکلیں	۱۹
۷	حق اور باطل علم کی روشنی میں	۲۰
۸	اسلام کو کفار سے خطرہ	۲۵
۹	اسلام کو منافق سے خطرہ	۲۷
۱۰	کفار اور منافقوں کی جنگوں میں فرق	۳۲
۱۱	جنگ کربلا	۳۴
۱۲	خلاصہ	۳۹

تقریظ

کتاب **"اللہ کا شعور حاصل کیجیے"** کی کامیابی کے بعد اور عوام کی حوصلہ افزائی سے میری ایک اور کاوش **"حق و باطل کے راستے"** کی شکل میں حاضر خدمت ہے، امید ہے کہ آپ لوگوں کے لیے یہ کتاب بھی مفید ثابت ھو گی- اس کتاب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ حق و باطل کے راستوں کو صحیح طرح بیان کیا جائے تا کہ ایک عام فہم انسان جو کہ حق و باطل دونوں کو اللہ کی طرف سے دیا ہوا راستہ سمجھتا ہے اور اپنی ذمہ داری صرف اتنی سمجھتا ہے کہ ان دونوں راستوں میں سے حق کے راستہ کو تلاش کرے اور اپنائے۔ اب یہ سوچ کس حد تک صحیح یا غلط ہے اس کا فیصلہ آپ خود اس کتاب کے پڑھنے کے بعد بآسانی کر سکیں گے۔

پچھلی کتاب (**"اللہ کا شعور حاصل کیجیے"**) کی طرح اس کتاب میں بھی یہ کوشش کی گئی ہے کہ عام فہم اور آسان الفاظ استعمال کیے جائیں تا کہ ایک عام شخص یا بچے بھی اس کتاب کو بآسانی سمجھ سکیں اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں۔ دوسرے اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ کچھ ایسے واقعات بھی بیان کیے جائیں جو کہ مضموں کے مطابق بھی ہو اور نصیحت آمیز بھی۔ اب اس بات کا فیصلہ پڑھنے والے پر منحصر ہے کہ وہ ہماری اس کوشش کو کس حد تک کامیاب قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راستے پر قائم رکھے اور دین کی صحیح معرفت عطا فرمائیں، آمین

تحریر: **حیدر رضا ولد ابو جعفر** (مرحوم)

رابطہ ای میل: hyderraza@yahoo.com

حوالے : قرآن کا اردو ترجمہ یہاں سے لیے گئے ہیں: http://cityislam.com/quran.htm

اس سائٹ پر کتاب **"اللہ کا شعور حاصل کیجیے"** دیکھی جا سکتی ہیں:

http://books.aliwalay.com/books.php?catid=5

حق و باطل

کیا حق و باطل کے راستے اللہ کی طرف سے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمہ، شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ایک عام اور سادہ انسان حق و باطل دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے دو راستے سمجھتا ہے۔یعنی حق وہ راستہ جو نیک لوگوں کا راستہ ہے اور دوسرا باطل جو ظلم اور ظالموں کا راستہ ہے۔ اب یہ سادہ انسان اپنی ذمہ داری صرف اتنی سمجھتا ہے کہ وہ حق کے راستے پر قائم رہے اور باطل کے راستے سے دور رہے۔ یقیناً ایک نیک انسان کو ایسا ہی کرنا چاھیے، مگر کیا یہ دونوں راستے واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے راستے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے جنت و جہنم کیوں بنائی؟ کیا انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے آگئے مجبور نہیں ہے اور کوئی کام بھی مرضی خدا کے بغیر نہیں کر سکتا، تو پھر یہ راستوں کا انتخاب خود کیسے کر سکتا ہے۔

دوسرے، ہر انسان کی قسمت کا فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، تو اگر اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کی قسمت میں باطل کا راستہ لکھ دیا ہے تو پھر اس انسان کے بس میں نہیں ہے

کہ وہ حق کے راستے کو اختیار کر سکے، اور جب اللہ تعالیٰ کا یہی فیصلہ ہے تو پھر اس کو اس بات پر سزا کیوں ہے؟ اور وہ جہنم کا حقدار کیسے ہوا؟

اگر ہم اس بات سے انکاری ہیں کہ باطل کا راستہ اللہ تعالیٰ نہیں لکھتا تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دوراستے کیوں بنائے۔ اس کے بر عکس اگر کسی کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے نیکی لکھ دی ہے تو وہ مجبوراً نیکی کرے گا، اور جب کوئی عمل مجبوراً کیا جائے تو اس کا اجر نہیں ہوتا۔ تو پھر وہ جنت کا حق دار کیسے ہو گا؟ بس یہ معلوم ہوا کہ انسان نیکی یا بدی کرنے میں کسی کا مجبور نہیں ہے، اور وہ تمام عمل اپنے اس اختیار سے کرتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کو دے رکھا ہے۔ اب کوئی انسان نیکی یا بدی کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنے اس اختیار کا صحیح یا غلط استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دے رکھا ہے۔ اگر اختیار کا صحیح استعمال کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام کا حقدار ہو گا جو کہ جنت کی شکل میں ملے گا اور اگر اختیار کا غلط استعمال کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کا حقدار ہو گا جو کہ جہنم کی شکل میں ملے گی۔

وَلَوْ تَرَىٰٓ اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٥٠﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۙ ﴿٥١﴾

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ

ترجمہ، اور کاش تم اس وقت (کی کیفیت) دیکھو۔ جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے وغیرہ) مارتے (ہیں اور کہتے ہیں) کہ (اب) عذاب آتش (کا مزہ) چکھو ﴿۵۰﴾ یہ ان (اعمال) کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ اور یہ (جان رکھو) کہ خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا ﴿۵۱﴾

سورۃ الأنفال

"اللہ تعالیٰ کی ذات سے مخلوق کو ہمیشہ فائدہ پہنچتا ہے لیکن نقصان ہمیشہ خود اس مخلوق کے اپنے عمل سے ہوتا ہے"

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٧٩﴾ سُوْرَةُ النِّسَآءِ

ترجمہ، اے (آدم زاد) تجھ کو جو فائدہ پہنچے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (اعمال) کی وجہ سے ہے اور (اے محمد صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) ہم نے تم کو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور (اس بات کا) خدا ہی گواہ کافی ہے ﴿۷۹﴾ سورۃ النساء

اللہ تعالیٰ کی صفات

اللہ تعالیٰ کی ذات میں صرف حق ہی حق ہے اور اس کی صفت میں کوئی باطل شے کی وجود کا شبہہ تک نہیں ہے۔ وہ اگر عادل ہے تو عدل حق ہے، وہ عالم ہے تو علم حق ہے، وہ رازق ہے تو رزق حق ہے، وہ کریم ہے تو کرم حق ہے۔ اس کے برعکس وہ ظلم نہیں کرتا کیونکہ ظلم باطل ہے اور وہ اس کی ذات کا حصہ نہیں ہے۔ اسی طرح وہ جاہل نہیں ہے کیونکہ جہالت صفت باطل ہے جو اس کی ذات کا حصہ نہیں ہے۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَلْبَقَرَةِ

ترجمہ، اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ، اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ ﴿۴۲﴾

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ۬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

ترجمہ، خدا (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہمیشہ رہنے والا اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں سب اسی کا ہے کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے اسے سب معلوم ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کرا دیتا ہے) اس کی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں وہ بڑا عالی رتبہ اور جلیل القدر ہے ﴿۲۵۵﴾

سورۃ البقرۃ

اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ حق اور باطل دونوں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے راستے ہیں تو وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی شے بنا ہی نہیں سکتا جو خود اس کی ذات کا حصہ نہ ہو۔ مثلاً جب وہ خود کسی پر ظلم نہیں کرتا تو کسی اور کے لیے ظلم کا راستہ کیسے بنا سکتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے کوئی مصوّر کسی تصویر کو رنگ دیتا ہے تو اس میں وہی رنگ دیتا ہے جو اسکے پاس ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو خلق کیا ہے اور اس میں وہی رنگ دیا ہے جو اسکے پاس موجود ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ

الْخَلِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٤﴾ سُوْرَةُ الحشر

ترجمہ، وہی خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ﴿۲۲﴾ وہی خدا ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بادشاہ (حقیقی) پاک ذات (ہر عیب سے) سلامتی امن دینے والا نگہبان غالب زبردست بڑائی والا۔ خدا ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے ﴿۲۳﴾ وہی خدا (تمام مخلوقات کا) خالق۔ ایجاد واختراع کرنے والا صورتیں بنانے والا اس کے سب اچھے سے اچھے نام ہیں۔ جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے ﴿۲۴﴾ سُوْرَةُ الحشر

باطل کا وجود

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے ہر وہ شے جو باطل ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے تو پھر اس کا خالق کون ہے اور وہ کیسے وجود رکھتی ہے، اس لیے کہ ہم بہت سی جنگوں کو حق و باطل کی لڑائی کہتے ہیں، یا ہمیں حق کے ساتھ ساتھ باطل قوتیں بھی اس دنیا میں نظر آتی ہیں، مثلاً علم اور جہل، ظالم اور مظلوم، ظلم اور عدل، روشنی کے ساتھ اندھیرا۔ اگر یہ سب باطل چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تو پھر ان کا خالق کون ہے؟

یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سی مخلوق کو خلق کیا ہے لیکن کسی باطل شے، یا ظلم اور ظالم کے راستے کو نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو خلق کیا تو ساتھ ہی اس کے لیے علم کو بھی خلق کیا۔ اب اگر کوئی انسان علم سے دور رہ کر زندگی گزارتا ہے تو یقیناً وہ جہالت کے راستے پر ہوتا ہے، اور یہ جہالت کا راستہ خود انسان کا بنایا ہوا ہوتا ہے۔ جب وہ انسان علم حاصل کر لیتا ہے

تو اس کے پاس سے جہالت چلی جاتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے روشنی آنے کے بعد اندھیرا چلا جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ جب حق آئے گا تو باطل مٹ جائے گا۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ﴿۵۰﴾ سُوْرَۃُ سَبَاٍ

ترجمہ، کہہ دو کہ حق آچکا اور (معبود) باطل نہ تو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ پیدا کرے گا ﴿۴۹﴾ کہہ دو کہ اگر میں گمراہ ہوں تو میری گمراہی کا ضرر مجھی کو ہے۔ اور اگر ہدایت پر ہوں تو یہ اس کا طفیل ہے جو میرا پروردگار میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ بے شک وہ سننے والا (اور) نزدیک ہے ﴿۵۰﴾ سورۃ سبأ

اب اس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ ایک انسان خود کسی باطل راستے کو کیسے بنا سکتا ہے، یا پھر اس راستے پر کیسے چلتا ہے۔ باطل اس شے کا نام ہے جہاں حق کی روشنی نہ ہو اور جب کہیں روشنی نہ ہو تو اندھیرا وجود میں آجاتا ہے، اسی اندھیرے کو باطل کہتے ہیں۔ اندھیرے کو وجود میں لانے کے لئے صرف اور صرف روشنی کے راستوں کو بند کرنا پڑتا ہے۔ دنیا میں بہت سی چیزوں سے روشنی پیدا کی جاتی ہے مگر آجتک دنیا میں کوئی ایسی چیز ایجاد نہیں کی گئی جس سے اندھیرا پیدا کیا جاسکے سوائے اس کے کہ روشنی کے راستوں کو بند کیا جائے تا کہ اندھیرا وجود میں آسکے۔ بس اندھیرا صرف اور صرف روشنی نہ ہونے کا نام ہے اور جہاں روشنی کا وجود ہوتا ہے وہاں سے اندھیرا ختم ہو جاتا ہے۔

"جہاں پر اللہ تعالیٰ کے دین کی روشنی ہوتی ہے وہاں سے باطل کا اندھیرا ختم ہو جاتا ہے"

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۖ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾ بَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ

ترجمہ، اور کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل نابود ہوگیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہے ﴿۸۱﴾ سورۃ الإسراء

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۗ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾ اٰلِ عِمۡرٰن

ترجمہ، اور تم کیونکر کفر کروگے جبکہ تم کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تم میں اس کے پیغمبر موجود ہیں اور جس نے خدا (کی ہدایت کی رسی) کو مضبوط پکڑ لیا وہ سیدھے رستے لگ گیا ﴿۱۰۱﴾ سورۃ آلعمران

اب کوئی شخص دین کی کم علمی اور جہالت کی وجہ سے خودساختہ پیدا کیے ہوئے اندھیرے میں رہ کر ہر وہ کام کرتا ہے جو خود اس کی طرف سے ہوتا ہے اور جب وہ اس اندھیرے کا عادی اور حد سے زیادہ سرکش ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کو اندھیرے میں رہنے دیتا ہے اور اپنی ھدایت کا راستہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایسے شخص پر بند کردیتا ہے۔اسطرح ایسا شخص ہمیشہ باطل کے راستے پر ہی رہتا ہے۔

"یہ کسی بھی شخص کے لیے انتہا ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ اس پر اپنی ھدایت کے راستوں کو بند کردے"

فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ ﴿١١٩﴾ سُوۡرَۃُ الۡاَعۡرَافِ

ترجمہ، اور وہ مغلوب ہوگئے اور ذلیل ہو کر رہ گئے ﴿۱۱۹﴾ سورۃ الأعراف

ہاں یہ ضرور ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا امتحان لینے کے لیے اس کو کسی مشکل میں ڈال دیتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ یہ بندہ مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ پر کتنا یقین رکھتا ہے۔ یہاں پر میں ایک واقعہ مثال کے طور پر آیت اللہ سید علی محمد دستغیب کی کتاب گناھان کبیرہ، جلد ۴ سے نقل کر رہا ہوں، جس میں ایک نیک عرب تاجر حج کے لیے سفر پر گیا، راستے میں اس کی کچھ قیمتی شئے گم ہو گئی لیکن افراد دولت کی وجہ سے اس شخص نے اس کی پرواہ نہیں کی اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کی قدر نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک سخت امتحان میں ڈالا تا کہ یہ نیک شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تمام نعمتوں کی قدر بھی کرے اور ان کے چھن جانے پر افسوس بھی کرے۔

ایک عرب شخص کا قصّہ

ایک امیر مرچنٹ کا کہنا ہے کہ، میں حج کے لئے سفر میں تھا۔ میرے ساتھ ۳۰۰۰ دینار، سونے اور چاندی کے زیورات مختلف تھیلوں میں تھے، جس میں سے ایک تھیلی کمر بند سے منسلک تھی۔ جب میں حاجت کے لیے گیا تو میں اس تھیلی کو وہیں بھول گیا. جب میں وہاں سے کئی میل دور سفر کر چکا تو اسوقت مجھے یہ احساس ہوا کہ میرا بیگ رہ گیا ہے. کیونکہ میرے پاس اس وقت دولت بہت تھی. لہذا میں نے واپس جانا مناسب نہیں سمجھا اور میں نے پیسے کی تلاش کو بھی ضروری نہیں جانا اور نہ ہی میرے لیے یہ ممکن تھا کہ میں اپنے قافلے سے الگ ہو کر واپس جاتا۔

جب میں حج سے اپنے گاؤں واپس آیا تو میں مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ میر اسارا کاروبار اور تمام مال و دولت آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی یہاں تک کہ میں لوگوں کا مقروض ہوتا چلا گیا. میری تمام عزت و احترام بھی ختم ہوتا گیا، دوستیاں دشمنی میں تبدیل ہونا شروع ہو گئیں اور لوگوں نے شرمندہ کرنا شروع کر دیا. ، شرمندگی اور دشمنی کی وجہ سے میں اپنا آبائی گاؤں چھوڑنے پر مجبور ہو گیا اور گاؤں چھوڑ دیا اور سفر کے لیے روانہ ہو گیا۔

دوران سفر میرے پاس صرف ایک چھوٹا حصہ چاندی کے سکوں کا تھا جس کو میں بڑی احتیاط سے سفر کے لیے استعمال کر رہا تھا۔ دوران سفر میں نے ایک گاؤں میں ایک رات بسر کی، جو کہ ایک سیاہ اور برساتی رات تھی، اس رات کے لئے میں ایک سستے مسافر خانہ میں اپنی بیوی کو لے کر گیا. اچانک میری بیوی کی حالت بچے کی پیدائش کی وجہ سے خراب ہونی لگی اور میری بیوی نے ایک بچے کو جنم دیا۔ میری بیوی نے کہا کہ اس کو کچھ کھانے کے لیے لا کر دیں، ورنہ وہ فاقے کیوجہ سے مر جائے گی۔ اب میرے پاس بہت کم سکے رہے گئے تھے، میں ان سکوں کو لے کر ایک سبزی بیچنے والے کے دروازے پر گیا، میری بار بار کی درخواست کے بعد اس سبزی فروش نے دروازہ کھولا. میں نے اس سے اپنے حالات کی وضاحت کی اور جو سکے میرے پاس رہ گئے تھے اس کو دے دیے. اس نے ایک مٹی کے کٹوری میں کچھ دہی اور گھی مجھے دے دیا، وہ مٹی کے کٹوری لے کر مسافر خانے کی طرف آرہا تھا کہ اچانک یہ کٹوری میرے ہاتھ سے پھسل گئی اور مٹی کا کٹورا میرے ہاتھوں سے گر کر ٹوٹ گیا۔ میں شدت غم سے خود پر کنٹرول نہیں کر سکا، اور اپنے چہرے پر مارنا شروع کر دیا اور زور زور سے چلانے لگا۔

قریبی ایک گھر کی کھڑکی کھولی اور دریافت کیا کہ میں کون ہوں اور کیوں میں اس رات کے وقت زور زور سے چللارہ ہوں اور ہمسایوں کو پریشان کر رہاہوں۔ میں نے اپنی حالات اس کو مختصراً بتایا اور کہا کہ میں اور میری بیوی بچے بھوک سے مر رہے ہیں، یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں ان کو کچھ کھانا بھی نہیں کھلا سکتا، میرے پاس جو ایک سکہ باقی تھا وہ بھی اب گر گیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ ، "کیا آپ کا رونا اور یہ رنگت صرف چاندی کے ایک سکے کے لیے ہے. میں نے کہا "نہیں" میں ایسا نہ تھا لیکن اس وقت میں مصیبت میں مبتلا ہوں ورنہ میں اتنا لالچی کبھی نہیں تھا۔ میں نے اس کو بتایا کہ میں ایک سال حج پر جارہا تھا کہ زیورات اور ۳۰۰۰ دینار سے بھرا ہوا میرا بیگ کھو گیا تھااس وقت مجھے بالکل افسوس تک نہ ہوا تھا لیکن آج میرے لیے ایک سکہ بھی بہت ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ میرے گمشدہ بیگ پر کوئی امتیازی نشان تھا. میں نے سوچا کہ وہ مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہاہے ، لیکن اس نے اصرار کیا تو میں نے اسے اپنے بیگ پر نشان کے بارے میں بتایا۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا اور مجھے اپنے گھر کے اندر بلالیا، پھر اپنی لونڈی کو مسافر خانے بھیج کر میری بیوی اور بچے کو بھی اپنے گھر میں بلوالیا۔

ہمیں رات کے لیے اس شخص نے مہمان رکھا۔ صبح اس شخص نے کچھ دینار مجھے دیے اور کہا کہ جب تک میری بیوی شفایاب نہ ہو جائے میں اس کے گھر میں رہ سکتا ہوں۔ اس طرح دس دن کے لیے ہم دونوں راضی ہو گئے۔ اسی طرح ہر روز وہ ہمیں کچھ دینار دیا کرتا تھا. پھر ایک دن اس نے مجھے سے میرے پیشے کے بارے میں پوچھا. جب میں نے اسے بتایا کہ میں ایک ماہر تاجر ہوں۔ تو اس نے مجھے کچھ پیسہ ایک کاروبار شروع کرنے کے لئے دیا اور مجھ سے کہا کہ میں کوئی کاروبار شروع کر دوں۔

کچھ ماہ کاروبار کرنے کے بعد، میں نے اسے اس کے حصے کے منافع کی پیشکش کی. وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا اور ایک بیگ لیکر آیا یہ وہی بیگ تھا جو کہ حج کے سفر پر میرا گم ہوا تھا۔ میں یہ دیکھ کر خوشی سے بے ہوش ہو گیا، جب مجھے ہوش آیا تو اس شخص نے بتایا کہ یہ بیگ اس کو ملا تھا اور اس نے امانت کے طور پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنے آبائی گاؤں واپس آ گیا. آہستہ آہستہ اپنے حالات کو تبدیل کرنے لگا اور ایک بار پھر میں ایک امیر آدمی بن گیا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

ترجمہ، (مسلمانو) تم پر (خدا کے رستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے وہ تمہیں ناگوار تو ہو گا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ اور ان باتوں کو) خدا ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿٢١٦﴾

سورۃ البقرۃ

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ﴿٧﴾

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ

ترجمہ، صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے۔ اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا خدا نے اس کو دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے۔ خدا کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے۔ اور خدا عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا ﴿٧﴾

سورۃ الطلاق

حق اور باطل کی شکلیں

یہ بات بھی عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح اللہ کا دیا ہوا حق کا راستہ بھی صرف ایک ہی ہے۔باطل کا وجود کئی شکلوں میں ہو سکتا ہے مگر حق صرف ایک ہوتا ہے۔اس بات کی مزید وضاحت کے لیے میں یہاں پر ایک مثال دیناچاھوں گا کہ اگر ہم دن کے دس بجے کچھ لوگوں سے وقت معلوم کریں تو شاید ہمیں مختلف جواب ملے۔کچھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت دن کے نو بج رہے ہیں۔کچھ یہ کہیں کہ دن کے بارہ بجے رہیں ہیں اور کچھ یوں بھی جواب دے سکتے ہیں کہ اس وقت رات کے دس بجے ہیں، گویا جھوٹ یا باطل کی کئی شکل ہو سکتی ہے مگر سچ یا حق صرف ایک ہو گا وہ یہ کہ دن کے دس بج رہے ہونگے اور جب اس بات کی تصدیق کسی گھڑی وغیرہ سے کیجائے گی تو تمام جھوٹ یا باطل مٹ جائیں گے اور حق صرف رہ جائے گا۔بس باطل کی کئی شکلیں ہوتیں ہیں مگر حق صرف ایک ہوتا ہے۔

"جب حق آتا ہے تو باطل فنا ہو جاتا ہے"

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ۚ فَمَنِ اہۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَہۡتَدِیۡ لِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡہَا ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیۡکُمۡ بِوَکِیۡلٍ ﴿۱۰۸﴾

سُوۡرَۃُ یُوۡنُسَ

ترجمہ، کہہ دو کہ لوگو تمہارے پروردگار کے ہاں سے تمہارے پاس حق آچکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے۔ اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں ﴿۱۰۸﴾

سورۃ یونس

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ

ترجمہ، یہ پہلے بھی طالب فساد رہے ہیں اور بہت سی باتوں میں تمہارے لیے الٹ پھیر کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ حق آپہنچا اور خدا کا حکم غالب ہوا اور وہ برا مانتے ہی رہ گئے ﴿۴۸﴾ سورة التوبة

حق اور باطل علم کی روشنی میں

حق کا راستہ صرف علم کی روشنی سے نظر آتا ہے اور اگر کسی شخص کے پاس علم کا دیا نہیں ہے تو وہ کبھی بھی حق کا راستہ تلاش نہیں کر سکتا۔ علم چاہے کسی بھی شکل میں ہو وہ کبھی بھی غلط نہیں ہوتا کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصّہ ہے اور وہ غلط کبھی نہیں ہو سکتا لیکن اس کا یہ ہر گز مطلب نہیں ہے کہ علم کا غلط استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ علم ایک طاقت ہے جس کا صحیح یا غلط استعمال ایک انسان پر منحصر ہوتا ہے، مثلاً ایک سائنسدان جو اپنے علم سے دوسرے انسانوں یا اللہ تعالیٰ کی کسی اور مخلوق کے فائدے کے لیے اپنے علم کو استعمال میں لاتا ہے تو وہ حق کے راستے پر ہوتا ہے، مگر وہی سائنسدان اگر اپنے علم کو کسی کے نقصان کے لیے استعمال کرے تو وہ باطل کے راستے پر ہوتا ہے اور یہی اس کا خود ساختہ بنایا ہوا باطل راستہ ہوتا ہے جسکی اس کو سزا ملے گی۔ بس یہ ثابت ہوا کہ کسی بھی حق چیز کا غلط استعمال یا غلط جگہ پر استعمال اس شے کو باطل بنا دیتی ہے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُوْرَةُ يُوْنُسَ

ترجمہ، پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کون ایسا ہے کہ حق کا رستہ دکھائے۔ کہہ دو کہ خدا ہی حق کا رستہ دکھاتا ہے۔ بھلا جو حق کا رستہ دکھائے وہ اس قابل ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ کہ جب تک کوئی اسے رستہ نہ بتائے رستہ نہ پائے۔ تو تم کو کیا ہوا ہے کیسا انصاف کرتے ہو؟﴿۳۵﴾ سورۃ یونس

اللہ تعالیٰ کی ذات ہر طرح کی برائی سے پاک ہے اور اس نے جو بھی خلق کیا وہ سب کی سب حق ہے اور مخلوق کے فائدے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی کوئی شے اس وقت تک کسی مخلوق کو نقصان نہیں پہنچاتی جب تک اس کو اس کہ مقام سے نہ ہٹایا جاے یا پھر اس کا غلط استعمال نہ کیا جاے، مثلاً اگر کوئی عام شخص جو سائنس کا علم نہ رکھتا ہو اور اس سے کہا جائے کہ کسی ٹی وی وغیرہ کی مکمل صفائی کر دو۔ اب یہ شخص ٹی وی کے تمام پرزوں کو الگ الگ کر کے انکو اچھی طرح صاف کر دے اور پھر ان پرزوں کو دوبارہ اس ٹی وی میں واپس لگا دے۔ نہ تو اس شخص نے ان پرزوں میں کوئی کمی اور نہ ہی ان میں کوئی اضافہ کیا، اس شخص نے اپنے علم کے مطابق تمام کام درست کیا مگر صرف ان پرزوں کی ترتیب بدل دی۔ اب یہ ٹی وی جو کل تک قابل استعمال تھا اب استعمال کے قابل نہ رہا اور شائد اب خطرناک ہو گیا ہو اور آگ لگنے کا باعث بھی بن جائے۔ بس یہ ٹی وی جو کل تک حق تھا اب باطل بن گیا۔ بالکل اسی طرح جب انسان اپنے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کو بدلنا شروع کیا یا اس کو اس کے مقام سے الگ کیا تو بہت سی چیزیں جو حق تھیں وہ باطل بن گئی اور نقصان دہ ہو گئیں۔

یہاں تک کہ اب انسان نے قدرتی چیزوں میں ایسی تبدیلی کرنی شروع کر دی جس کی وجہ سے قدرتی نظام بھی بدلنے لگا، مثلاً موسم میں تبدیلی، آب و ہوا کی تبدیلی، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب تبدیلیاں خود انسان کی پیدا کردہ ہیں۔ انسان نے اس زمین کی ہوا میں اتنا دھواں شامل

کر دیا جس کی وجہ سے مالیکیول کی قدرتی تعداد میں فرق پڑا، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ایٹم کا جال (او زون) میں بچھایا ہوا ہے ، اس میں جو دن رات قدرتی تبدیلیاں ہوتی تھیں، جب ان میں فرق پڑا تو سورج کی روشنی بغیر کسی رکاوٹ کے زمین پر آنے لگی تو زمین کا موسم بھی بدلا اور بیماریوں میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ اب یہ انسان خود یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ ہوا میں دھواں کم کرو اور کارخانوں پر پابندی لگاؤ۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ سُوْرَةُ الرَّعْدِ

بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے حق ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے اور سمجھتے تو وہی ہیں جو عقلمند ہیں ﴿۱۹﴾ الرعد

کیا اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو خلق کیا اور اس کی ضرورت کے مطابق جو علم درکار تھا وہ اس کو نہیں دیا اسی لیے یہ انسان کم علمی کی وجہ سے اس طرح کی غلطیاں کرتا رہا؟ "نہیں" اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی کسی ظلم کا حصّہ بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی عام انسان کو خلق کرنے سے پہلے اسی انسان کی شکل میں اس کے لیے ایک عالم کو خلق کیا پھر کسی دوسرے انسان کی خلقت کی، نہ صرف یہ بلکہ اس انسان کو علم دے کر اس کو تمام مخلوق پر اشرف بھی کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب پہلے انسان کو خلق کیا تو ساتھ ہی اس کو وہ تمام علم دے دیا جو اس کی ضرورت تھی ، پھر اس نے علم کے ذریعے انسان کا امتحان لیا اور جب انسان کامیاب ہو گیا تو پھر اس نے اس انسان کو تمام مخلوق پر اشرف کر دیا۔ یعنی انسان اگر کسی مخلوق پر افضل ہے تو صرف اور صرف علم کی بنیاد پر۔ اور اس کو یہ علم اس لیے دیا گیا ہے کہ وہ بغیر دیکھے اپنے خالق کی صحیح پہچان کر سکے اور جب یہ انسان اپنے خالق کو صحیح طرح پہچان لیتا ہے تو یہی اس کی بلندی ہوتی ہے۔

"کسی انسان کی بلندی علم کے ساتھ اپنے خالق کی صحیح پہچان میں ہے"

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ البقرۃ

ترجمہ، اور اس نے آدم کو سب (چیزوں کے) نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ ﴿۳۱﴾ انہوں نے کہا، تو پاک ہے۔ جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے، اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بے شک تو دانا (اور) حکمت والا ہے ﴿۳۲﴾ (تب) خدا نے (آدم کو) حکم دیا کہ آدم! تم ان کو ان (چیزوں) کے نام بتاؤ۔ جب انہوں نے ان کو ان کے نام بتائے تو (فرشتوں سے) فرمایا کیوں میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی (سب) پوشیدہ باتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو (سب) مجھ کو معلوم ہے ﴿۳۳﴾ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آ کر کافر بن گیا ﴿۳۴﴾

البقرۃ

مندرجہ بالا آیت سے یہ بھی واضع ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے، علم صرف اپنی خاص مخلوق کو دیا ہے اور جس کے پاس علم حق نہیں ہوتا وہ کافر بن جاتا ہے۔ اسی طرح غرور صفت شیطان ہے اور اسکے آنے سے انسان کافر بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ **"علم مومن کی میراس ہے یہ جہاں سے بھی ملے اسے لے لو"** اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ **"علم حاصل کرو چاہیے تمھیں اس کے لیے چین جانا پڑے"**

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ

ترجمہ، وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں ﴿۳۳﴾ سورۃ التوبۃ

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار عالموں کو انسان ہی کی شکل میں ہمارے درمیان میں بھیجا، بلکہ پہلے علم اور عالموں کو اس دنیا میں بھیجا پھر عام انسان کو خلق کیا تاکہ انسان کبھی بھی علم سے محروم نہ رہے اور جیسے جیسے انسان کو علم کی ضرورت پڑی، ویسے ویسے اللہ نے اپنے عالموں کو اس دنیا میں بھیجتا رہا، یہاں تک کہ اس نے اپنا سب سے عظیم عالم ہمارے آخری نبی حضرت محمدؐ، اور اپنی مکمل کتاب قرآن کی شکل میں ہماری ہدایت کے لیے بھیجا۔ علم کے بغیر دین نہیں مل سکتا علم مومن کی اور جہالت کفر کی شناخت ہے

"میں (محمد ﷺ) علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں"

جب ہمارے نبی ﷺ اس دنیا میں آئے تو ہر طرف کفر ہی کفر تھا یعنی باطل کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ دین کی شکل میں حق کی روشنی لیکر آئے تو باطل کا اندھیرا ختم ہونے لگا اور دین کی روشنی پھیلنے لگی، یہاں تک کہ حق پھیل گیا اور باطل ختم ہو گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ،

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ سُوْرَةُ یُوْنُسَ

ترجمہ، یہی خدا تو تمہارا پروردگار بر حق ہے۔ اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟ تو تم کہاں پھرے جاتے ہو ﴿۳۲﴾ سورۃ یونس

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣﴾ سُوْرَةُ المَائِدَةِ

ترجمہ، تم پر مرا ہوا جانور اور (بہتا) لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے یہ سب حرام ہیں اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں۔ مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کرلو اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ پاسوں سے قسمت معلوم کرو یہ سب گناہ (کے کام) ہیں آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں تو ان سے مت ڈرو اور مجھی سے ڈرتے رہو (اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۳﴾ سورۃ المائدۃ

اسلام کو کفار سے خطرہ

مندرجہ بالا آیت سے کوئی ہرگز یہ مطلب نہ لے کہ کفر کا اندھیرا اب ختم ہو گیا، یا اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کرنے کے بعد مسلمانوں کو کافروں کے شر سے بھی محفوظ کر دیا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا کلام، کلام الٰہی ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایک پسند دیدہ دین قرار دیا ہے اور کافروں سے ڈرنے کو منع کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی اس دین کی حفاظت بھی

کرے گا، کیونکہ دین مکمل ہونے کہ بعد اب کفار ناامید ہو گئے اور اسلام میں کسی قسم کی ردو بدل نہیں کر سکتے۔

اس بات کی مزید وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ واقعی اب اسلام کو کسی کفر سے کوئی خطرہ نہیں رہا کیونکہ اسلام ایک دین ہے جو کہ اب مکمل ہو چکا ہے۔ اب کفار چاہیں بھی تو وہ اس میں کسی قسم کی ردو بدل نہیں کر سکتے۔ مثلاً قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ایک کتاب ہے، اب کفار چاہیں بھی تو اس میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتے، یعنی کسی آیت یا لفظ کی کمی یا زیادتی نہیں کر سکتے۔ اگر کفار کی طرف سے ایسا کر بھی دیا جائے تو عالم اسلام اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے، اور کفار اپنے مقصد میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

ترجمہ، اور اگر تم کو اس (کتاب) میں، جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ عربی) پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور خدا کے سوا جو تمہارے مدد گار ہوں ان کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو ﴿۲۳﴾ سورۃ البقرۃ

اسی طرح اگر اسلام کے کسی دوسرے ارکان میں بھی کفار کی طرف سے کوئی ردو بدل کی جائے تو عالم اسلام اس کو بھی رد کر دیں گے، مثلاً اسلام میں صبح کی نماز صرف دو رکعت ہے، اب اگر کفار چاہیں بھی تو وہ ان رکعتوں کو نہیں بدل سکتے۔ بس اب دین مکمل ہو گیا ہے اور اسکی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمّے لے رکھا ہے۔ اور اب اسلام کو کفار سے کسی قسم کا خطرہ نہیں رہا، مگر کفار سے مسلمانوں کو ہمیشہ نقصان پہنچا ہے، کیونکہ اسلام الگ ہے اور مسلمان الگ۔ اب کوئی یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حفاظت کا بھی ذمّہ لے رکھا ہے۔

وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡا فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰۤٮِٕكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مِّنۡ رِّجۡزٍ اَلِيۡمٌ ﴿۵﴾

سُوۡرَةُ سَبَاٍ

اور جنہوں نے ہماری آیتوں میں کوشش کی کہ ہمیں ہرا دیں گے۔ ان کے لئے سخت درد دینے والے عذاب کی سزا ہے ﴿۵﴾

سورۃ سبأ

اسلام کو منافقوں سے خطرہ

اب دین میں اگر کسی قسم کی ردوبدل یا دین کو کوئی خطرہ ہو سکتا ہے تو وہ منافقوں سے ہو سکتا ہے۔ منافق اس شخص کو کہتے ہیں جو ظاہراً مسلمان ہو اور مسلمانوں کی صف میں شامل ہو کر دین میں ردوبدل کرے یا مسلمانوں میں فساد برپا کروائیں۔ ایک منافق کسی کافر سے زیادہ خطرناک ہو سکتا ہے کیونکہ کافر دین کا کھلا دشمن ہوتا ہے لیکن منافق دین کا چھپا دشمن ہے اور ہر وہ کام کرتا ہے جو ایک کافر دین کو نقصان پہنچانے کے لیے کر سکتا ہے۔ ایک منافق جو ظاہراً ایک مسلمان سے زیادہ عبادت گزار نظر آتا ہے اور دکھانے کہ لیے زیادہ دین کی باتیں کرتا ہے اور نماز و قرآن کی باتیں کر کے عام مسلمانوں کو گمراہ کرتا ہے۔ کفار ایسے منافقوں کو اسلام دشمنی کے لیے استعمال کرتے ہیں اور ان کے ذریعے ہر وہ کام کرواتے ہیں جس سے اسلام بدنام ہو یا مسلمانوں میں فساد برپا ہو۔

وَاِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوةِ ‌ۖ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنَكُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا‌ ؕ اِنَّ الۡـكٰفِرِيۡنَ كَانُوۡا لَـكُمۡ عَدُوًّا مُّبِيۡنًا ﴿۱۰۱﴾

سُوۡرَةُ النِّسَآءِ

اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو ایذا دیں گے بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں ﴿۱۰۱﴾

سورۃ النساء

ہمارے آخری نبیؐ کے زمانے میں بھی بہت سے منافق تھے جو اسلام میں شامل ہو کر اسلام کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی ایک مسجد بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیؐ کے مرضی کے خلاف بنالی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسولؐ کو حکم دیا کہ ان منافقوں سے دور رہیں اور ان کی مسجد میں قدم بھی نہ رکھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کا حال بخوبی جانتا تھا۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ

اور (ان میں سے ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنوائی کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں ان کے لیے گھات کی جگہ بنائیں۔ اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی۔ مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں﴿۱۰۷﴾

سورۃ التوبۃ

بس یہ ثابت ہوا کہ ہر مسجد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے نہیں بنائی جاتی اور ہر وہ آدمی جو دین کی بات کرتا ہے وہ اندر سے مومن نہیں ہوتا۔ ایسے منافقین اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی باتیں کر کے ایک عام مسلمان کو گمراہ بھی کرتے ہیں اور مسلمانوں میں فساد بھی پیدا کرتے ہیں۔ بس اب ایک عام مسلمان کو یہ چاہیئے کہ خود کو کفار کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنے دین کو منافقوں سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی مقام پر منافقوں سے نفرت کا اظہار کیا ہے اور ان سے دور رہنے کا حکم بھی دیا ہے۔

"ایک عقلمند مسلمان کو چاہیئے کہ خود کو کفار کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنے دین کو منافقوں سے محفوظ رکھے"

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۨ ﴿۱۴۰﴾ سُوْرَةُ النِّسَآءِ

اور خدا نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ خدا کی آیتوں سے انکار ہورہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں۔ ان کے پاس مت بیٹھو۔ ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ کچھ شک نہیں کہ خدا منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں اکھٹا کرنے والا ہے ﴿۱۴۰﴾ سورۃ النساء

اس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ ایک منافق دین کو کیسے نقصان پہنچاتا ہے یا اس میں کیسے ردوبدل کرتا ہے۔ کیونکہ ایک منافق شخص مسلمانوں کی صف میں نیک آدمی کا لبادہ پہن کر شامل ہو جاتا ہے، اس وجہ سے ایک عام مسلمان اس کو نیک آدمی سمجھ کر اس کی ہر بات پر یقین کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور یہ منافق اس سادہ مسلمان کی کم علمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کو گمراہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ہمیں اس زمانے میں بھی بہت سے واقعات ایسے ملتے ہیں جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہوتے ہیں لیکن اس کے کرنے والے اسلام کے آڑ میں اسلام کو بدنام کر رہے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی مسلمان یا انسان کو قتل کرنا اور وہ بھی اللہ کا نام لے کر اور قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے۔ یقیناً یہ ایسے ہی منافق ہیں جنہوں نے نواسے رسول کو قتل کیا اور اسی طرح زبان پر قرآن کی تلاوت رواں رکھی۔ آج کے یہ منافق اس زمانے کے منافقوں کی وہی نسل ہیں اور ان کے کردہ کاموں کو بھی زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ سُوْرَةُ النِّسَآءِ

منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) خدا کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہیں کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر (صرف) لوگوں کے دکھانے کو اور خدا کی یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم ﴿۱۴۲﴾ سورة النساء

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے کئی فرقے ان منافقوں کی وجہ سے وجود میں آئے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ ایک، نبی ایک، قرآن ایک، کعبہ ایک اور اسلام ایک، مگر اس اسلام کے ماننے والے ہر ایک الگ الگ طریقے پر عمل کرتے ہیں ۔ لقیناً کہیں نہ کہیں ضرور کسی نے یہ ردوبدل کی ہے اور مسلمانوں کو گمراہ کیا ہے۔ جبکہ ہمارے نبی کے زمانے میں سب مسلمان ایک تھے تو آج یہ فرقوں میں کیسے بٹے ہوے ہیں۔ یہاں تک کہ دین کے ارکان میں بھی فرق نظر آتا ہے، کوئی ہاتھ کھول کر نماز پڑتا ہے تو کوئی ہاتھ باندھ کر۔ بس یہ ہی نہیں بلکہ ہاتھ بھی کئی جگہوں پر باندھا جاتا ہے۔ اب ایک سادہ اور کم علم مسلمان یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ سب اپنی جگہ درست ہیں۔ حالانکہ حق صرف ایک ہوتا ہے اور باطل کی کئی شکلیں ہوتی ہیں۔

ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ حق کی تلاش کرے اور اس پر صحیح عمل کرے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا

اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ط اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ج وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ لا قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ لا اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ص فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ج فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

ترجمہ، اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے ﴿۸﴾ یہ (اپنے پندار میں) خدا کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں مگر (حقیقت میں) اپنے سوا کسی کو چکما نہیں دیتے اور اس سے بے خبر ہیں ﴿۹﴾ ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا۔ خدا نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کو دکھ دینے والا عذاب ہو گا ﴿۱۰﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہتے ہیں، ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں ﴿۱۱﴾ دیکھو یہ بلاشبہ مفسد ہیں، لیکن خبر نہیں رکھتے ﴿۱۲﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لے آئے، تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں، بھلا جس طرح بے وقوف ایمان لے آئے ہیں اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں؟ سن لو کہ یہی بے وقوف ہیں لیکن نہیں جانتے ﴿۱۳﴾ اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں اور (پیروانِ محمد ﷺ سے) تو ہم ہنسی کیا کرتے ہیں ﴿۱۴﴾ ان (منافقوں) سے خدا ہنسی کرتا ہے اور انہیں مہلت دیئے جاتا ہے کہ شرارت و سرکشی میں پڑے بہک رہے ہیں ﴿۱۵﴾ یہ وہ لوگ ہیں

جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی خریدی، تو نہ تو ان کی تجارت ہی نے کچھ نفع دیا اور نہ وہ ہدایت یاب ہی ہوئے ﴿۱۶﴾ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جس نے (شبِ تاریک میں) آگ جلائی۔ جب آگ نے اس کے اردگرد کی چیزیں روشن کیں تو خدا نے ان کی روشنی زائل کر دی اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں دیکھتے ﴿۱۷﴾ (یہ) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ (کسی طرح سیدھے رستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے ﴿۱۸﴾ سورۃ البقرۃ

کفار اور منافقوں کی جنگوں میں فرق

ہمارے آخری رسولؐ کے زمانے میں کفار سے کئی جنگیں ہوئیں۔ لیکن منافقوں سے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ کیونکہ منافقوں کی تعداد اس وقت کم تھی یا یہ اتنا کھل کر ہمارے نبیؐ کے سامنے نہ آئے تھے۔ اس کے برعکس کفار کھلے دشمن تھے اور خود سامنے آکر جنگ کیا کرتے تھے۔ اس وقت اسلام کو خطرہ بھی انہی سے تھا، اس لیے کفار سے جنگ کرنا اور ان کو ختم کرنا اس وقت کی ضرورت تھی، یعنی ان کو مارنا اور خود کو زندہ رکھنے میں ہی مسلمانوں کی فتح ہوا کرتی تھی۔ اسی لیے مسلمان جب بھی جنگ کے لیے جاتے تھے تو آپس میں کفار کے مارنے کی تعداد کو ترجیح دیتے تھے اور اس بات پر خوش ہوا کرتے تھے کہ کس نے کتنے کفار کو مارا۔ لیکن جب اللہ تعالی نے اسلام کو مکمل کر دیا اور یہ اعلان بھی کر دیا کہ کافر اب اسلام سے ناامید ہو گئے ہیں اور ان سے مت ڈرو۔ تو واقعی ایسا ہی ہوا کہ کفار نے ہتھیار ڈال دیا اور مسلمانوں سے ظاہری جنگ ختم کر دی۔ مگر ان کے دلوں میں جو اسلامی دشمنی تھی وہ انہوں نے منافقوں کی مدد سے لینی شروع کر دی اور یہ منافق وہی کام کرتے جو کافر چاہتے تھے۔

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ

دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳﴾

سُوْرَۃُ الْمَائِدَۃِ

ترجمہ، آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں تو ان سے مت ڈرو اور مجھی سے ڈرتے رہو (اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۳﴾ المائدۃ

مگر جب جنگ منافقوں سے ہوتی ہے تو نتیجہ اس کے برعکس ہوتا ہے، یعنی منافق کے زندہ رہنے میں اور خود کو شہید کروانے میں ہی اسلام کی فتح ہوتی ہے۔ کیونکہ منافق اسلام کا چھپا دشمن ہے اور ظاہراً اسلامی لبادے میں ہوتا ہے اور ایک سادہ مسلمان اس کو نیک اور اچھا مسلمان سمجھتے ہوئے اس کے نقش قدم پر چل رہا ہوتا ہے۔ ایسے میں اس کی موت عام مسلمانوں کے لئے غم کا باعث ہوتی اور یہ کم علم مسلمان اس کے نقش قدم پر ہمیشہ قائم رہتے ہوئے اس باطل راستے کو بھی قائم رکھتا ہے اور منافق کا دیا ہوا باطل کا راستہ مسلمانوں میں باقی رہ جاتا ہے۔ اس طرح منافقوں کی منافقت عام مسلمانوں پر ظاہر نہیں ہو پاتی۔ بس جب منافق سے جنگ ہو تو اس کے مارنے سے زیادہ اس کے باطل راستے کو ختم کرنے میں فتح ہوتی ہے۔ اسی لیے بعد رسولؐ جو بھی اسلام کے خلاف جنگیں ہوئیں وہ سب کی سب منافقوں سے ہوئیں، اور ان میں سچے مسلمان شہید ہو گئے مگر وہ آج بھی زندہ ہیں، اس کے برعکس منافق زندہ رہ کر بھی مارا گیا اور آج اس کا نام لینے والا کوئی نہیں ہے۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّااتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۚ ﴿۱۶۷﴾

اٰلِ عِمْرٰن

ترجمہ، اور منافقوں کو بھی معلوم کرلے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ خدا کے رستے میں جنگ کرو یا (کافروں کے) حملوں کو روکو۔ تو کہنے لگے کہ اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ رہتے یہ اس دن ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں۔ اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں خدا ان سے خوب واقف ہے ﴿۱۶۷﴾ سورۃ آل عمران

اور جب منافقوں سے جنگ ہوتی ہے تو دونوں طرف مسلمان ہوتے ہیں اور اسلامی لبادے میں ہوتے ہیں۔ منافق بھی نماز ادا کر رہا ہوتا ہے، قرآن کی تلاوت بھی کر رہا ہوتا ہے، لیکن ساتھ ہی مومنین کے گلے پر چھری بھی چلا رہا ہوتا ہے یا مسلمانوں کا قتل عام بھی کر رہا ہوتا ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا ایک کم علم یا سادہ مسلمان کے لیے بہت مشکل ہو جاتا ہے کہ کون صحیح ہے اور کون غلط۔ بس پھر یہ سادہ مسلمان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ دونوں صحیح ہیں، کیونکہ یہ سادہ مسلمان دونوں کو اسلام پر دیکھتا ہے اور صحیح سمجھتا ہے۔ حالانکہ جب بھی کوئی جنگ ہوتی ہے تو کوئی ایک ہی حق پر ہوتا ہے کیونکہ حق ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے۔

"اگر کافروں سے جنگ ہو تو ان کو ختم کرنے میں اسلام کی فتح ہوتی ہے، مگر جب منافقوں سے جنگ ہو تو ان کو ختم کرنے سے زیادہ ان کے بنائیں ہوئے باطل راستوں کو ختم کرنا ضروری ہوتا ہے۔"

جنگ کربلا

بعد رسولؐ جو جنگیں آل رسولؐ کی منافقوں کے خلاف ہوئیں، آج تک ایک عام مسلمان یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہے کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر۔ اور جب وہ یہ فیصلہ نہیں

کر پاتا تو بس اتنا کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کے کون صحیح ہے اور غلط۔ بس اس نے دونوں طرف کے لوگوں کو " رضی اللہ تعالیٰ عنہ " کہنا شروع کر دیا۔ حالانکہ ایک طرف رسولؐ کے گھر والے ہوتے تھے تو دوسری طرف وہ مسلمان، جن کے آباؤ اجداد نے کئی مقامات پر رسولؐ سے بھی جنگیں کیں۔ مگر آج کا سادہ مسلمان ان ظاہری مسلمانوں (منافقوں) میں فرق نہیں کر پاتا۔

ان ہی جنگوں میں سے ایک کربلا کی جنگ بھی ہے۔ اس میں بھی ایک طرف آل رسولؐ اور ان کے ساتھ سچے و مومن مسلمان تھے، جبکہ دوسری طرف منافق اور ناپاک نسل کے لوگ تھے۔ ایک طرف امام حسینؑ جو کہ نواسۂ رسولؐ تھے تو دوسری طرف یزید جو کہ ابو صفیان اور ہندا کا پوتا تھا۔ ابو صفیان وہ جو ہمیشہ رسولؐ سے جنگ کرتا رہا، اور ہندا وہ جس نے رسولؐ کے چچا حضرت ہمزہؑ کا کلیجہ احد کی جنگ میں چبایا۔ یزید نے بظاہر امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا اور ظاہری فتح بھی حاصل کر لی، مگر امام حسینؑ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ جب منافقوں سے جنگ ہو تو شہادت حاصل کرنے میں ہی کامیابی ہے۔ اسی لیے یزید کثیر لشکر رکھنے کے باوجود آج اس کا نام لینے والا یا اس کے بنائے ہوئے باطل راستے پر چلنے والا کوئی نہیں ہے مگر اس کے برعکس امام حسینؑ کے ساتھی بہت کم تھے مگر آج ان کے ماننے والے یا انکے بتائے ہوئے حق کے راستے پر چلنے والے پوری دنیا میں ہیں۔ آج بھی امام حسینؑ پر رونے والے ہر جگہ موجود ہیں، یعنی امام حسینؑ شہید ہو کر بھی زندہ ہیں اور یزید زندہ رہ کر بھی مر گیا۔ بلکہ اسی طرح جیسے حق ایک ہوتا ہے اور باطل کئی بھی ہوں تب بھی حق کے آنے کے بعد فنا ہو جاتا ہے۔

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيۡنَ بِمَآ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۙ وَيَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ لَمۡ يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ مِّنۡ خَلۡفِهِمۡ ۙ اَلَّا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضۡلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۷۱﴾ اَلَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَآ اَصَابَهُمُ الۡقَرۡحُ ۛؕ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡهُمۡ وَاتَّقَوۡا اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَكُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا ۖ وَّقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانۡقَلَبُوۡا بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضۡلٍ لَّمۡ يَمۡسَسۡهُمۡ سُوۡٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوۡا رِضۡوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۷۴﴾

سُورَۃُ آل عمران

جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے ﴿۱۶۹﴾ جو کچھ خدا نے ان کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں۔ اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) ان کو بھی نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ﴿۱۷۰﴾ اور خدا کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں۔ اور اس سے کہ خدا مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ﴿۱۷۱﴾ جنہوں نے باوجود زخم کھانے کے خدا اور رسول (کے حکم) کو قبول کیا جو لوگ ان میں نیکوکار اور پرہیزگار ہیں ان کے لئے بڑا ثواب ہے ﴿۱۷۲﴾ (جب) ان سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لئے لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو۔ تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔ اور کہنے لگے ہم کو خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے ﴿۱۷۳﴾ پھر وہ خدا کی نعمتوں اور اس کے فضل کے ساتھ (خوش وخرم) واپس آئے ان کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا۔ اور وہ خدا کی خوشنودی کے تابع رہے۔ اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے ﴿۱۷۴﴾ آل عمران

کربلا کی جنگ سے ہمیں بہت سے سبق ملتے ہیں، مثلاً جب ہمارے پیارے رسولؐ جنگ کیا کرتے تھے تو ان کی یہ کوشش ہوا کرتی تھی کہ ان کے رشتہ دار جنگ میں پہلے جائیں اور اگر شہید بھی ہوں تو ان کے قریبی رشتہ دار ہوں، اور ان کے ساتھی زندہ رہیں۔ جنگ احد میں

رسولؐ کے چچا حضرت ہمزہؑ کی شہادت اس بات کا ثبوت ہے۔ مگر جب ہم جنگ کربلا کو دیکھتے ہیں تو امام حسینؑ نے اس کے برعکس کیا، یعنی پہلے اپنے اصحاب کو جنگ پر بھیجا پھر اپنے قریبی رشتہ داروں کو، اور سب سے آخر میں اپنے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت علی اصغرؑ کو جو کہ اس وقت صرف چھ ماہ کے تھے۔

امامؑ کی حکمت عملی کو صرف ایک امام ہی سمجھ سکتا ہے مگر جو بات زمانے رسولؐ اور بعد رسولؐ کی جنگوں سے نکالی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ زمانے رسولؐ میں جو بھی جنگ ہوئی وہ سب کی سب کفار سے تھیں اور اس میں غازی ہونے میں کامیابی تھی، مگر بعد رسولؐ تمام اسلامی جنگیں منافقوں سے ہوئیں، اور اس میں شہید ہونے میں کامیابی تھی۔ اب اگر ہم کربلا کی جنگ کو دیکھیں یہاں پر شہادت یقینی تھی اور شائد زندگی سے آسان بھی، کیونکہ تین دنوں کی بھوک اور پیاس کا فاقہ بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ بس کربلا میں موت آسان ہوگئی تھی اس زندگی سے جو اس گرم میدان میں تھی۔ بس اب جو جتنی دیر میں شہید ہوا تو اس نے اتنے ہی بہادری سے صبر کیا اور سخت امتحان دیا۔ شاید یہ ہی وجہ تھی کہ امام حسینؑ نے سخت امتحان کے لیے اپنے قریبی رشتہ داروں کا انتخاب کیا، اور پہلے اصحاب حسینؑ کی شہادت ہوئی اور بعد میں آل رسولؐ شہید ہوئے۔

"سلام ہو اسلام کے تمام شہداء پر جنہوں نے تین دن کی بھوک اور پیاس کے باوجود اپنی جانوں کا نظرانہ دے کر اسلام کی حفاظت کی۔"

يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾
فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾ سُوْرَةُ الْفَجْرِ

ترجمہ، اے اطمینان پانے والی روح! ﴿۲۷﴾ اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ﴿۲۸﴾ تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہو جا ﴿۲۹﴾ اور میری بہشت میں داخل ہو جا ﴿۳۰﴾ سورۃ الفجر

مگر میں اس بات پر بھی سخت حیران ہوں کہ کیا امام حسینؑ کا چھ ماہ کا بچہ ان تمام شہدا سے زیادہ بہادر تھا جس کو امام حسینؑ نے شہادت کے لیے سب سے آخر میں چنا۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کربلا کی جنگ کے لیے فتح تھی کیونکہ عام زبان میں اس ظالمانہ عمل کو ہم جنگ کا نام دیتے ہیں۔ لیکن دراصل یہ جنگ نہ تھی کیونکہ کسی بھی جنگ میں اس عمر کا بچہ حصّہ نہیں لیتا۔ اسی لیے امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کو ضروری جانا، تاکہ تاریخ کا کوئی مصنف یہ نہ لکھے کہ یہ جنگ تھی۔ اسی لیے کسی بھی امام کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور وہ زمانے کے ہر دور کی خبر رکھتا ہے۔

"کلام امام دراصل امام کلام ہوتا ہے"

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ سُوْرَۃُ الْعَصْرِ

عصر کی قسم ﴿۱﴾ کہ انسان نقصان میں ہے ﴿۲﴾ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے ﴿۳﴾ العصر

کربلا کے ہر شہید نے اسلامی جنگوں میں ہونے والے دوسرے شہیدوں سے مختلف شہادت پائی ہے۔ کیونکہ زمانے رسولؐ کی جنگوں میں شامل ہونے والے ہر شخص کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ اس کو کامیابی ملے مگر یہ یقین نہیں ہوتا تھا کہ وہ شہید ہو جائے گا۔ یقیناً ہر مسلمان کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اس کو شہادت ملے، مگر شہادت ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی تھی سوائے چند کہ زیادہ تر مسلمان غازی بن کر آتے تھے۔ مگر کربلا میں اس کے برعکس تھا،

یہاں شہادت یقینی تھی اور ہر ایک کو یہ معلوم تھا کہ وہ مارا جائے گا۔ اسی لیے شب عاشور امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کا امتحان لیا اور ان سے کہا کہ جس کو جانا ہے وہ چلا جائے۔ جب ان میں سے کوئی نہ گیا تو امام حسینؑ نے ان سے کہا کہ اگر تم اس احساس سے نہیں جا رہے ہو کہ تم کو بعد میں لوگ قصوروار جانے گے تو تم میرے گھر والوں میں سے کسی کے ساتھ چلے جاؤ۔ لیکن جب کوئی بھی وہاں سے نہیں گیا تو امام حسینؑ نے شمع گل کر دی تاکہ اگر کوئی کسی شرم کی وجہ سے بھی نہیں جا رہا ہے تو اندھیرے میں چلا جائے، مگر پھر بھی کوئی نہ گیا اور ہر ایک نے اس اندھیرے میں اپنے اپنے ہتھیار اپنی اپنی گردنوں پر رکھ کر امام حسینؑ کی نصرت کا یقین دلوایا، اور کہا کہ مولا آپ ہمارا امتحان لے رہے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم اپنی اپنی گردن کاٹ کر آپ کے قدموں میں رکھ دیں۔ اس پر امام حسینؑ نے کہا کہ جیسے اصحاب مجھے ملے ویسے نہ میرے بابا کو ملے اور نہ ہی نانا رسولؐ کو ملے۔

خلاصہ

ایک عام اور سادہ انسان حق و باطل دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے دو راستے سمجھتا ہے۔ یعنی حق وہ راستہ جو نیک لوگوں کا راستہ ہے اور باطل وہ جو ظلم اور ظالموں کا راستہ ہے۔ اب یہ سادہ انسان اپنی ذمہ داری صرف اتنی سمجھتا ہے کہ وہ حق کے راستے پر قائم رہے اور باطل کے راستے سے دور رہے۔، مگر کیا یہ دونوں راستے واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے راستے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے سزا اور جزا کیوں رکھی، کیونکہ وہ اللہ کے دیے ہوئے راستے پر ہی عمل کرتا ہے تو اس میں سزا اور جزا کیسے ہو سکتی ہے۔ بس یہ ثابت ہوا کہ اللہ کی طرف سے کوئی ایک ہی راستہ ہو سکتا ہے، اور اگر کوئی شخص اس کے بتائے ہوئے راستے پر نہیں رہتا تو اس کی سزا اللہ نے معین

کی ہے۔بس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ہی راستہ ہو سکتا ہے، کیونکہ اللہ کی ذات میں صرف حق ہی حق ہے اس لیے وہ صرف ان چیزوں کو خلق کرتا ہے جو خود اس کی ذات کا حصّہ ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے صرف حق کے راستے کو خلق کیا ہے تو پھر باطل کے راستے کا خالق کون ہے؟ یقیناً اللہ کی طرف سے باطل راستہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جب وہ خود ظلم نہیں کرتا ہے تو کسی کے لیے ظلم کا راستہ کیسے بنا سکتا ہے۔

باطل اس اندھیرے کو کہتے ہیں جہاں حق کی روشنی نہ ہو یا کسی شئے کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دیا جائے اور وہ شئے باطل بن جائے۔ باطل راستہ خود انسان کا بنایا ہوا ہوتا ہے، جو انسان اپنی کم علمی کی وجہ سے خلق کر دیتا ہے۔ جب وہ انسان علم حاصل کر لیتا ہے تو اس کے پاس سے باطل کا اندھیرا ختم ہو جاتا ہے۔ حق ہمیشہ ایک ہوتا ہے مگر باطل کئی شکلوں میں ہو سکتا ہے، اور جب حق آتا ہے تو باطل کی جتنی بھی شکلیں ہوں سب ختم ہو جاتیں ہیں۔ جب ہمارے نبی ﷺ اس دنیا میں آئے تو ہر طرف کفر ہی کفر تھا یعنی باطل کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ دین کی شکل میں حق کی روشنی لیکر آئے تو باطل کا اندھیرا ختم ہونے لگا اور دین کی روشنی پھیلنے لگی، یہاں تک کہ حق پھیل گیا اور باطل ختم ہو گیا۔

جب دین پوری طرح پھیل گیا اور ہر طرف اسلام کی روشنی نظر آنے لگی تو کفار اسلام سے مایوس ہونے لگے اور انہوں نے مسلمانوں سے ظاہری جنگ ختم کر دی، اس طرح اسلام کو کفار سے جو خطرہ تھا وہ ختم ہو گیا۔ مگر مسلمانوں کو کفار سے ہمیشہ خطرہ رہا ہے۔ کیونکہ اسلام میں بہت سے ایسے لوگ شامل ہو گئے تھے جو ظاہراً مسلمان بنے ہوے تھے لیکن ان کے دل کفار کے ساتھ ہوتے تھے، ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں اور کفار ایسے لوگوں سے اسلامی دشمنی کا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بس اب اسلام کو اگر کوئی خطرہ ہے تو ان منافقوں

سے ہے۔ ایک منافق کسی کافر سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ کافر دین کا کھلا دشمن ہوتا ہے، لیکن منافق دین کا چھپا دشمن ہے اور ہر وہ کام کرتا ہے جو ایک کافر دین کو نقصان پہنچانے کے لیے کر سکتا ہے۔

اسی لیے اسلام کے ابتدائی دور میں جو بھی جنگیں ہوئیں وہ سب کی سب کفار سے ہوئیں۔ اور جب جنگ کفر کے ساتھ ہو تو اس میں کفار کو ختم کرنے میں مسلمانوں کی فتح ہوتی ہے، مگر جب جنگ کسی منافق سے ہو تو اس میں مسلمان کی شہادت میں فتح ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر منافق مر جائے تو اس کی منافقت لوگوں پر ظاہر نہیں ہو پاتی اور ایک سادہ مسلمان اس کو ایک نیک انسان ہی سمجھتا رہتا ہے۔ اس طرح اس کا بنایا ہوا باطل راستہ لوگوں میں قائم رہ جاتا ہے۔ بس جب جنگ کفار سے ہو تو ان کو ختم کرنے میں اسلام کی فتح ہوتی ہے، مگر اگر جنگ منافقوں سے ہو تو ان کے بنائے ہوئے باطل راستوں کو ختم کرنے میں ہوتی ہے۔

امام حسینؑ نے کربلا میں جو جنگ کی وہ بھی اسلام میں منافقوں کے ساتھ ایک جنگ ہے۔ یہ وہی ناپاک نسل کے منافق تھے جن کے آباؤاجداد نے ہمیشہ ہمارے نبیؐ کے ساتھ جنگیں کیں اور اپنی اسلام دشمنی مسلمانوں کے ساتھ رواں رکھیں۔ امام حسینؑ نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی جانوں کا نظرانہ دے کر ان منافقوں کے چہرے سے پردہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے چھ ماہ کے بچے کی بھی پروہ نہیں کی اور اس کو بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ لیکن اس قربانی سے عام مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ یہ چھ ماہ کا بچہ کسی ظلم کا نشانہ بنا ہے نہ کہ یہ کسی جنگ کا سپاہی تھا۔

امام حسینؑ کے اصحاب نے تین دن کی بھوک اور پیاس کے باوجود اسلام کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اور امام حسینؑ سے پہلے اپنی جانوں کو اسلام پر نچھاور کر دیا۔ یہ کربلا کے مجاہد شہید ہو کر بھی آج تک زندہ ہیں مگر وہ ناپاک نسل کے لوگ زندہ رہ کر بھی مر گئے۔

ختم شد

"سلام ہو اسلام کے تمام شہداء پر جنہوں نے تین دن کی بھوک اور پیاس کے باوجود اپنی جانوں کا نظرانہ دے کر اسلام کی حفاظت کی۔"

"اللہ تعالیٰ کی ذات سے مخلوق کو ہمیشہ فائدہ پہنچتا ہے لیکن نقصان ہمیشہ خود اس مخلوق کے اپنے عمل سے ہوتا ہے"

"جہاں پر اللہ تعالیٰ کے دین کی روشنی ہوتی ہے وہاں سے باطل کا اندھیرا ختم ہو جاتا ہے"

"یہ کسی بھی شخص کے لیے انتہا ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ اس پر اپنی ہدایت کے راستوں کو بند کر دے"

"جب حق آتا ہے تو باطل فنا ہو جاتا ہے"

"میں (محمد ﷺ) علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں"

"ایک عقلمند مسلمان کو چاہیے کہ خود کو کفار کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنے دین کو منافقوں سے محفوظ رکھے"

"ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ حق کی تلاش کرے اور اس پر صحیح عمل کرے"

"کافروں سے جنگ ہو تو ان کو ختم کرنے میں اسلام کی فتح ہوتی ہے، مگر جب منافقوں سے جنگ ہو تو ان کو ختم کرنے سے زیادہ ان کے بنائیں ہوئے باطل راستے کو ختم کرنا ضروری ہوتا ہے۔"

"کلام امام دراصل امام کلام ہوتا ہے"